بچوں کو تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت

محمد اسلام خان
D-64، تھرڈ فلور، ٹھوکر نمبر 8، بالمقابل تاج اپارٹمنٹ، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025

جب سے دنیا قائم ہے، تبھی سے کسی نہ کسی طور پر تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ بچہ جب دنیا میں آنکھ کھولتا ہے، تبھی سے اس کی تعلیم کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ماں کی گود سے لے کر گھر، اسکول اور پھر معاشرہ حتیٰ کہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے، تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ماں باپ اور آس پاس کے لوگ اس کے استاد کا رول ادا کرتے ہیں، اسی لیے ماں کی گود کو بچے کا 'پہلا اسکول' بھی کہا جاتا ہے۔ پیدائش کے بعد بچہ چپ چاپ اپنے ماں باپ اور آس پاس کے لوگوں کی نقل و حرکت کو دیکھتا رہتا ہے، جو وہ بولتے اور کرتے ہیں، اسے وہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا ہے اور جیسے ہی بولنے یا حرکت کرنے کے قابل ہوتا ہے، وہ اسے دہرانے اور نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تعلیم دنیا و آخرت کی ترقی کی ایک کنجی ہے۔ اسلام میں تعلیم کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے قرآن کی سب سے پہلے جو آیتیں نازل ہوئیں، وہ تعلیم سے ہی متعلق تھیں۔ اس سے تعلیم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن نے عالم کو اللہ سے (صحیح معنوں میں) ڈرنے والا بتایا ہے اور نبی پاکؐ نے بھی عالم کو ہی نبیوں کا وارث کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم انسان کے لیے کتنی ضروری ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو تعلیم ہی تو نسل نو کی تربیت کرتی ہے، تعلیم کے ذریعہ ہی بچہ اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ تعلیم کی بدولت ہی انسان زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھتا ہے اور تعلیم سے محرومی انسان کو جہالت اور گمراہی کے غار میں دھکیل دیتی ہے۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی بے حد ضروری ہے۔ اگر بچہ تعلیم یافتہ ہو گیا مگر اس کی تربیت نہیں ہوئی تو اس کی تعلیم مؤثر نہیں ہوسکتی، کیوں کہ تربیت کے ذریعہ ہی علم کو بروئے کار لانے کا ڈھنگ سکھایا جاتا ہے۔ گویا تربیت کے بغیر علم سودمند اور نفع بخش نہیں ہے۔ تربیت کے بغیر بچوں میں تعلیم کے تئیں بیداری پیدا نہیں ہوسکتی، اس لیے سب سے پہلے بچوں کی تربیت کی جانی چاہیے۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ 'اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ پھر انھیں تعلیم دو۔' اس لیے جب تک بچوں کو ہم اخلاق و آداب کے زیور سے آراستہ نہیں کریں گے، بچہ نہ تو تعلیم کی اہمیت سمجھے گا اور نہ ہی وہ اساتذہ کی قدر کرے گا، اس لیے جیسے ہی بچے میں تھوڑی سمجھ پیدا ہونے لگے، والدین کو چاہیۓ کہ وہ اخلاق و آداب سے اپنے بچوں کو آراستہ کریں۔

تعلیم اور تربیت دونوں لازم ملزوم ہیں۔ بنا تعلیم کے تربیت اور بغیر تربیت کے تعلیم ادھوری ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا غیر منطقی ہے۔ حدیث پاکؐ میں 'حسن ادب' کو سب سے بہترین وراثت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کچھ لوگ تعلیم اور تربیت کو الگ الگ خیال کرتے ہیں، اسی لیے بہت سے لوگ بچوں کو اسکول بھیج کر خود کو اپنی ذمہ داری سے آزاد سمجھنے لگتے ہیں جب کہ یہ رجحان صحیح نہیں ہے۔ اسکول سے زیادہ وقت بچے چونکہ اپنے گھروں میں گزارتے ہیں، ایسے میں ان کی تعلیم و تربیت کی پوری ذمہ داری صرف اسکول پر کیسے عائد کی جاسکتی ہے؟ بچوں کے سیکھنے کا عمل گھر سے لے کر اسکول تک جاری رہتا ہے، اس لیے والدین اپنے بچوں کو اسکول بھیج کر خود کو آزاد نہ سمجھیں۔ تعلیم اور تربیت درحقیقت اساتذہ اور والدین کا مشترکہ عمل ہے۔ جس طرح استاد کا کام صرف بچوں کو تعلیم دینا نہیں، ان کی تربیت کرنا بھی ان کی ذمہ داری میں شامل ہے، اسی طرح والدین کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کی پڑھائی اور تربیت دونوں پر دھیان دیں۔ بچہ اسکول میں کیا پڑھتا ہے، اس کا ریکارڈ کیا ہے، اس کے دوست کیسے ہیں اور وہ کن چیزوں میں دلچسپی لیتا ہے، وغیرہ وغیرہ پر اساتذہ کی اگر نظر ہونی چاہیے تو بچہ گھر پر کس طرح پیش آتا ہے، اسکول کے بچوں کے علاوہ، کس طرح کے بچوں سے اس کی دوستی ہے، کن چیزوں کو وہ پسند کرتا ہے۔ پڑھائی میں اس کی کتنی دلچسپی ہے، ان سب باتوں پر والدین کو بھی باریکی سے نظر رکھنی چاہیے۔

جدید نظام تعلیم میں اساتذہ اور والدین کی میٹنگ کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ وہ بچے سے متعلق رائے کو ایک دوسرے سے شیئر کرسکیں۔ اساتذہ بچے میں کسی طرح کی منفی سرگرمی دیکھیں تو بلا جھجک والدین کو بتائیں اور والدین کو اگر بچے میں کسی طرح کے غلط رجحان کا پتہ چلتا ہے تو اساتذہ کو اس بارے میں ضرور آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ بچے پر نظر رکھ کر اسے ان حرکتوں سے باز رکھنے میں ان کی مدد کریں۔

آج کے روایتی طریقِ تعلیم سے بچے علم تو سیکھ لیتے ہیں مگر اس تعلیم سے سماج کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ پاتا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں تعلیم کا مقصد صرف حصول زر رہ گیا ہے، اسی لیے دورِ حاضر کے بچوں کی تعلیم معاشرے کے لیے بے سود ثابت ہوتی جارہی ہے۔ بچہ پڑھتا ہی اس لیے ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرکے نوکری کرے گا اور پیسے کمائے گا اور بس! اپنی تعلیم سے سماج کو کچھ دینے کے بارے میں وہ کبھی سوچتا ہی نہیں۔ اس کے برعکس ہمارے اسلاف نے اپنی تعلیم سے خود فائدہ اٹھانے کے بجائے سماج کو فائدے پہنچانے کے بارے میں سوچا۔ تبھی تو اپنی زندگی کے بیش قیمت تجربات ومشاہدات کو بروئے کار لاکر انھوں نے اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کتاب کی صورت میں انھیں بیش قیمت تحفہ دیا۔ وہ تمام علوم وفنون کے ذریعہ ایک بہتر سماج کی تشکیل کے لیے پوری زندگی کوشاں رہے، انسانی بہبود ہمیشہ ان کی ترجیحات کا حصہ رہی اسی لیے انھوں نے اپنے علم کو کبھی پیسے کے حصول کا ذریعہ نہیں

بنایا۔ ذرا سوچیۓ اگر آج کی طرح وہ بھی اپنے بارے میں سوچتے اور اپنے علم کو حصول زر کا زینہ سمجھتے تو آج ہم کہاں ہوتے! کیا آج علم کا اتنا بڑا ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہوتا!

ہمارے اسلاف کے دل ودماغ میں یہ بات اچھی طرح جاگزیں تھی کہ تعلیم کا مقصد پیسہ کمانا نہیں، انسانیت کی خدمت کرنا ہے، تعلیم کا اصل مقصد انسانیت اور معاشرے کی بہبود ہے، کیوں کہ تعلیم ہی سے ایک بہترین معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور اس کے بغیر بہتر معاشرے کا تصور ناممکن ہے۔ بچے جب تک یہ بات نہیں سمجھ لیتے، وہ نہ تو اچھے انسان بن سکتے ہیں اور نہ ان کے دل میں انسانیت کا جذبہ ہی ابھر سکتا ہے۔ اس لیے دوران تعلیم اس جانب بچوں کی رہنمائی ضرور کی جانی چاہیے تاکہ ان میں بھی سماج کے تئیں کچھ کر گزرنے کا جذبہ بیدار ہو۔

بچوں کو اقدار وروایات اور انسانی ہمدردی کے بارے میں آگاہ کرانے کے علاوہ انھیں اساتذہ اور اپنے بڑوں کا احترام کرنا بھی سکھایا جانا چاہیے اور شروع سے ہی بچوں کی تربیت ہونی چاہیے، کیوں کہ اس کے بغیر علم کا حصول مشکل ہے۔ معاشرے کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں بھی بچوں کو بتانے کی ضرورت ہے، کیوں کہ جب تک انھیں اس کے بارے میں معلومات نہیں ہوں گی، بچوں کا ان سے بچنا بھی مشکل ہوگا۔ پہلے ہی اگر انھیں اچھے اور برے کاموں کے بارے میں بتا دیا گیا تو اس سے ان کی کردار سازی اور ایک بہتر معاشرے کی تشکیل میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت مرحلہ وار ہونی چاہیے، اس میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ کسی ٹارگیٹ کو پورا کرنے کے لیے ان پر بے جا دباؤ بنانا قطعاً درست نہیں۔ بچوں کو ان کی استعداد کے مطابق ہی کام دیا جانا چاہیے۔

بچوں کا ذہن ایک خالی سلیٹ کی مانند ہوتا ہے، ان کے ذہن پر ایک بار جو لکھ دیا جاتا ہے، وہ آسانی سے مٹتا نہیں۔ دوران تعلیم ان کے ساتھ محبت اور پیار کا رویہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ان کے لیے تحقیر آمیز الفاظ بالکل استعمال نہ کیا جانا چاہیے، ورنہ آہستہ آہستہ بچوں میں انتقام اور بدلہ کا جذبہ بیدار ہونے لگتا ہے اور اس طرح بچوں میں نفرت کے بیج پنپنے لگتے ہیں جو آگے چل کر خطرناک شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ کو ایک بات پر اور دھیان دینے کی ضرورت ہے کہ وہ بچوں میں کبھی تفریق نہ کریں، ہمیشہ ان کے درمیان برابری اور انصاف کریں، اس سے بچوں میں تعصب کا جذبہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اسکول اور گھر دونوں جگہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ بچے میں اس طرح کا منفی جذبہ پروان نہ چڑھ سکے۔ مجموعی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اساتذہ اور والدین عمدہ تربیت وتعلیم کے ذریعہ بچوں کا نہ صرف یہ کہ مستقبل سنوار سکتے ہیں بلکہ انھیں مستقبل کا بہترین شہری بھی بنا سکتے ہیں!

OO